

قسطوں پر خرید و فروخت

مولانا محمد ابراہیم ندوی، راجھستان

۱۔ نقد فروختگی کے مقابلہ ادھار میں قیمت زائد مقرر کرنے کا جواز:

ادھار خرید و فروخت میں نقد فروختگی کے مقابلہ میں قیمت کے اندر کچھ زیادتی اور اضافہ کرنا درست ہے، لیکن یہ ایسی صورت میں جائز ہوگا، کہ جب ادھار کی مدت متعین ہو، اور مجلس عقد کے اندر ہی یہ بھی طے کر لیا جائے کہ معاملہ ادھار ہے یا نقد، یعنی بائع اور مشتری عقد کے وقت یہ طے کر لیں کہ ادھار خریدیں گے یا نقد، یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف ادھار قیمت کا تذکرہ کیا جائے، بلکہ ضروری جوئی ہے وہ یہ کہ معاملہ کے اندر کسی ایک صورت کی تعین اور مدت کا وقت مقرر ہو، تاکہ نزاع کی صورت نہ پیش آئے، ورنہ بیع جائز نہ ہوگی (ہدایہ مع الفتح ۶/۶۲-۲۶۱، مجمع الأنهر ۲/۸، الدر المنثور ۲/۸، شرح العنایہ ۶/۶۲۲، رد المحتار ۳/۲۷۹، نیز دیکھئے: الجلال والحرام فی الاسلام للقرضی / ۳۳۷، الفقہ الاسلامی ۴/۷۰۹)۔

۲۔ قسطوں پر قیمت ادا کرنا:

ادھار خرید و فروخت کی صورت میں قیمت کو قسطوں میں ادا کرنا درست ہے۔ (فقد النہی ۳/۱۲۵، نیز دیکھئے: نیل الاوطار ۵/۱۵۳، الحلال والحرام فی الاسلام للصفار / ۳۷۹، و المقرضی / ۳/۳۳۷)۔

۳۔ نقد و ادھار دونوں قیمتوں کا تذکرہ کرنا:

ادھار فروختگی کی صورت میں یہ کوئی ضروری نہیں کہ صرف ادھار قیمت کا تذکرہ کیا جائے، بلکہ ادھار اور نقد دونوں کا ذکر کیا گیا تو اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ مجلس عقد ہی کوئی ایک شکل طے کر لی جائے، ورنہ بیع جائز نہ ہوگی۔ (الدر المنثور ۲/۸، نیز دیکھئے: شرح العنایہ علی الہدایہ مع الفتح ۶/۶۲۲، مداد الفتاویٰ ۳/۲۰)۔

۴۔ رباً کا شبہ:

ادھار فروختگی میں سامان کی قیمت زیادہ متعین کرنا، رباً یا سود کے دائرہ میں نہیں آتا ہے، اس

تعرف الاشياء باضدادها ☆ ضدر از ضدشنا سند ای رفیق

لئے کہ یہ ٹمن میں زیادتی کی جاتی ہے یہ اجمل کے مقابلہ میں ہوتی ہے، اور فقہاء نے اس زیادتی ٹمن برائے اجمل کو جائز قرار دیا ہے۔ (رد المحتار ۳/۹۲۷، مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی ۲/۱۲۳ نیز دیکھئے: فقہ السنۃ ۳/۱۲۵، فتاویٰ رشیدیہ ۴۹۳، امداد الفتاویٰ ۳/۲۰، کفایت المفتی ۸/۳۰)۔

۵۔ قسطوں کی دو میعادیں متعین کرنا:

اس طرح کا معاملہ شرعاً درست ہے۔ (فقہ السنۃ ۳/۱۲۵)۔

۶، ۷۔ مدت کی تاخیر پر ٹمن میں اضافہ کرنا:

مدت کی تاخیر پر ٹمن میں اضافہ کرنا جائز ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ مدت متعین ہونے کے بعد مزید تاخیر کرنے میں کچھ رقم کا زیادہ کرنا یہ تاخیر اجمل کی وجہ سے ہے، اور یہ اجمل مجہول بھی نہیں ہے، بلکہ اجمل اور ٹمن دونوں ایک طرح سے متعین ہو جاتے ہیں، اور یہ نرخ مالیت کا بیان ہے، کہ جب وہ ٹمن کی ادائیگی میں تاخیر کر رہا ہے تو مال کی قیمت میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے، لہذا بیع کی مذکورہ دونوں صورتوں کو جائز ہونا چاہئے۔

آج کل عالمی تجارت ہو یا چھوٹی سطح کی خرید و فروخت ہو، تاجر حضرات قیمت کی ادائیگی میں بہت ہی ٹال مٹول کرتے ہیں، اگر یہ صورت نہ اپنائی جائے تو قیمت نہ ملنے کی بناء ان کی تجارت ختم ہو جائے گی، اور انہیں پریشانی و خستہ حالی سے دوچار ہونا پڑے گا، لہذا لوگوں کے حالات، اور تجارت پیشہ افراد کے طور پر طریقہ اور زمانہ کی ضرورتوں اور تقاضوں کو دیکھتے ہوئے، اس طرح کی صورت اپنانا درست ہونا چاہئے۔

قیمت کی وصولیابی کو یقینی بنانے کے لئے مال رہن رکھنا:

الف۔ مال مرہون سے بائع کے لئے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ مشتری کی جانب سے اجازت ہو تو جو از کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/۲۵۶)۔

رہن سے فائدہ اٹھانے کی شرط لگانا:

لیکن اگر فائدہ اٹھانا یعنی گروی رکھی ہوئی شئی سے انتفاع مشروط ہو تو قطعاً جائز نہ ہوگا، اسی طرح بعض روایات شاذہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت کے بعد بھی شئی مرہون سے انتفاع جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ باء ہے اور ربا اذن سے حلال نہیں ہوتا ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار، ۵/۳۱۰)۔

جنبلی نقطہ فکر:

لیکن امام احمد بن حنبل، امام اسحاق اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ مرتہن اگر شئی مرہون کی دیکھ بھال کرتا ہے تو بلا کسی تفصیل کے اس کو حق ہے کہ وہ اس سے مستفید ہو، اور اس کو انتفاع کا مکمل اختیار ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے رہن میں رکھے ہوئے جانور پر سواری کرنے، اس کا دودھ نوش کرنے کی اجازت فرمائی ہے، یہ حدیث اس بات کے لئے واضح ثبوت فراہم کرتی ہے کہ مال مرہون سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

محدث کبیر شیخ عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ: الظهر يركب اذا كان مرهونا، ولبن الدر يشرب اذا كان مرهونا، وعلى الذى يركب ويشرب نفقته، هذا حديث حسن صحيح..... وفيه حجة لمن قال يجوز للمرتهن الانتفاع بالرهن اذا قام بمصلحته ولو لم ياذن المالك وهو قول احمد واسحاق وطائفة..... وذهب الجمهور الى ان المرتهن لا ينتفع من المرهون بشئى، وناولوا الحديث۔
(تحفة الاحوزى ۳/۴۶۱)۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رہن میں رکھے ہوئے جانور پر سواری کی جائے گی، اور وہ اونٹنی جو دودھ دھاری ہے اس کا دودھ پیا جائے گا، جبکہ وہ رہن میں رکھی ہوئی ہو، اور اس کا نفقہ سواری کرنے والے اور دودھ استعمال کرنے والے پر ہوگا، یہ حدیث حسن، اور صحیح ہے..... اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ رہن سے استفادہ کرنا درست ہوتا ہے، جبکہ وہ اس کی اصلاح و دیکھ بھال کرتا ہو، یہ مسلک امام احمد بن حنبل، امام اسحاق اور ایک گروہ کا ہے، لیکن جمہور کا کہنا ہے کہ شئی مرہون سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے اور انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی ہے۔

رہن سے انتفاع ہشروط ہو:

اسلامی قانون شریعت کی رو سے رہن میں رکھی جانے والی چیز کی حیثیت محض ایک ضمانت کی ہے، اور رہن رکھنے کے بعد بھی وہ شئی اصل مالک کی ملک ہوتی ہے، اس سے فائدہ اٹھانا درست نہ ہوگا، لیکن فقہاء متقدمین نے مالک کی اجازت سے استفادہ کی گنجائش رکھی ہے..... مگر رہن رکھتے وقت انتفاع کی شرط لگانے کو ناجائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ یہ ایک طرح کا رہا ہے۔ (الدر المختار مع الرد ۳۱۰/۵)۔

اگر بائع کے پاس مال مرہون ضائع ہو جائے:

گذشتہ صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ رہن اصل مالک کی ہی ملک ہوتا ہے، بائع کے پاس اس کی حیثیت محض ایک ضمانت کی ہے، اس لئے اگر شئی مرہون بائع کے قبضہ میں ہوتے ہوئے ہلاک ہو جائے، تو بائع یعنی مرہن کے مال سے ہلاک کبھی جائیگی، اسی کے بقدر رہن دین میں کمی کر دے گا، گویا بلاکت کا ضمان بائع کے ذمہ ہوگا۔ (الجامعہ مع البندیہ ۶۰۲/۳)۔

مال مرہون سے قیمت وصول کرنا:

اگر مشتری مال مٹول کرے یا غائب ہو جائے، تو بائع قاضی کے پاس مقدمہ دائر کرے گا، اور قاضی مشتری کو قیمت ادا کرنے پر مجبور کرے گا، بلکہ قاضی کو اختیار ہے کہ اس کو قید کر دے، اس کے بعد بھی قیمت ادا کرنے میں سستی کو تا ہی اور مال مٹول کرتا ہے تو قاضی مال مرہون کو فروخت کر کے بائع کو اس کی قیمت و لوادے گا۔

(الفقہ الاسلامی وادلہ ۲۷۵/۵، الدرالمشقی فی شرح المتقی ۶۰۱/۲، مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر ۶۰۱/۲)۔

۹۔ بائع کا سامان کو روکنا:

بائع کو اجازت ہوتی ہے کہ فروخت کردہ سامان کو مشتری کے حوالہ کرنے کے بجائے اپنے ہی پاس روک لے، یہاں تک کہ مشتری دشمن کی چند اقساط یا مکمل قیمت ادا کر دے..... لیکن اس سامان کی حیثیت کیا ہوگی؟ کیا یہ روکنا فروخت کردہ سامان کو رہن بنانے کے لئے ہے، یا اس کو جس المیع لاستیفاء دشمن کہا جائے گا..... تو اس سلسلہ میں یہ بالکل واضح ہے کہ بائع فروخت کردہ سامان کو اپنے پاس روکے،

اور اس کو رہن مان لیا جائے اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے یعنی اس کو رہن قرار دینا کسی حال میں درست نہیں ہے، بلکہ بائع کا فروخت کردہ سامان کو روکنا جس المبیع لاستیفاء لثمن کے طور پر ہوتا ہے، فقہاء کرام کے یہاں اس کے جواز کی صراحت موجود ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ۱۵/۳، نیز دیکھئے: رد المحتار ۴/۴۲۲)۔

خرید و فروخت نقد صورت میں ہو یا اس کی ادائیگی قسطوں کی شکل میں ہو مثلاً کچھ قیمت فوراً ادا کر لے، اور کچھ بعد میں قسط وار، تو اس صورت میں بائع اپنا حق یعنی قیمت کو وصول کرنے کے لئے فروخت کردہ سامان کو روک سکتا ہے، لیکن معاملہ بالکل ادھار طے ہوا ہو تو بائع کے لئے بیع کو روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۱۰۔ مکمل اقساط کو ادا نہ کرنے کی صورت میں ادا کردہ اقساط کو واپس نہ کرنا:

معاملہ کی اس صورت کو ہم فقہاء کی بیان کردہ ”بیع عربون“ یعنی بیعاندہ کی رقم پر قیاس کر سکتے ہیں، جس میں وثیقہ کی خاطر بائع کو کچھ رقم دی جاتی ہے اور اس میں مشتری اگر ثمن ادا نہ کرے تو بائع پر لازم ہوتا ہے کہ اس کو بیعاندہ کے طور پر جو رقم ملی ہے، اس کو مشتری کو لوٹا دے، اس کو اپنے پاس رکھنا، اور واپس نہ کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح یہاں طے شدہ اقساط ادا نہ کرنے کی صورت میں ادا کردہ اقساط مشتری کو لوٹا دینا ہوگا، ورنہ رہا میں شمار ہوگا جو کہ حرام ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بیع عربون سے منع فرمایا ہے:

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله ﷺ نهى عن بيع العربون (موطا امام مالک ۲/۶۰۹، ابوداؤد فی ۱۳، کتاب البیوع / ۶۷، باب فی العربان)۔

حضرت عمرو بن شعیب سے مروی ہے وہ اپنے والد سے، ان کے والد عمرو کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع عربون سے منع فرمایا ہے۔

بیع عربون کی صورت:

بیع عربون کی شکل یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص کسی سے سامان خریدتا ہے یا جانور کرایہ پر لیتا ہے، اور اس کو کچھ پیشگی رقم اس طور پر دیتا ہے کہ اگر میں نے یہ سامان خرید لیا، یا سواری کو استعمال کر لیا تو یہ قیمت اور رقم سامان کی قیمت یا سواری کے کرایہ میں شمار ہوگی، اور اگر میں نے سامان کو نہیں لیا یا سواری پر

☆ بہ شیرین زبانی و لطف و خوشی تو انی کہ پہلی بہ موبلی کشی ☆

سوار نہیں ہوا تو یہ ادا کردہ رقم آپ کی ہوگی، اس طرح کے معاملہ کو بائناق فقہاء ناجائز کہا گیا ہے، صرف امام بن حنبل اس کے جواز کے قائل نظر آتے ہیں:
امام مالک فرماتے ہیں:

وان ترکت ابتیاع تلک السلعة او کراء الدابة فما اعطیتک لک باطل، بغیر شئی ای لا رجوع لی به علیک، وهو باطل عند الفقهاء لما فیہ من الشرط والغرر واکل اموال الناس بالباطل فان رفع فسخ..... فقد اجازہ احمد، وروی عن ابن عمر وجماعة من التابعین اجازتہ، ویرد العربان علی کل حال، قال ابن عبد البر: ولا یصح ماروی عنه صلی اللہ علیہ وسلم من اجازتہ، فان صح احتمل انه ینحسب علی البائع من الثمن ان تم البیع وهذا جائز عند الجميع۔ (شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ۳/۲۵۱)۔

اگر میں نے اس سامان کو خریدنا، یا جانور کو کرایہ پر لینا ترک کر دیا، تو جو رقم میں نے تم کو دی ہے اس کو واپس لینے کا مجھے اختیار نہ ہوگا، اس طرح کی بیع تمام فقہاء کے نزدیک باطل ہے، اس وجہ سے کہ اس میں شرط پائی جا رہی ہے اور اس میں غرر اور لوگوں کے مال کو باطل طریقہ سے کھانا ہے، اگر اس طرح معاملہ کر لیا گیا تو فسخ سمجھا جائے گا، صرف امام احمد بن حنبل نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اور حضرت ابن عمر اور تابعین کے ایک گروہ سے اس کا جواز نقل کیا گیا ہے، بیع عربوں کو ہر حال میں رد کیا جائے گا، ابن عبد البر کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا جواز نقل کرنا درست نہیں ہے، اگر صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر بیع مکمل ہو جائے تو بائع کے لئے وہ رقم ثمن میں شمار ہوگی، اور یہ ہر ایک کے یہاں جائز ہے۔

نیز اس سلسلہ میں رموز شریعت کے مکتبہ شمس حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

نهی عن بیع العربان ان یقدم الیہ شئی من الثمن، فان اشتری حسب من الثمن، والا فهو له مجاناً، وفيه معنی المیسر۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۱۰۸، نیز ملاحظہ ہو: فقہ السنۃ ۳/۱۳۰)۔

☆ یہ گفتار شیر بن جہانیدہ مرد.....☆ کنڈ آنچہ نتوان شمشیر کرد ☆

حضور ﷺ نے بیع عربان سے منع فرمایا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ بائع کو ثمن کا کچھ حصہ دیا جائے کہ اگر اس نے خرید لیا تو وہ قیمت میں محسوب ہوگا، اور اگر نہ خرید تو وہ رقم مفت حاصل ہو جائے گی، اس میں جو پایا جاتا ہے۔

یہی رائے بعض دیگر علماء کی بھی ہے، ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: معاملہ مذکورہ ناجائز ہے، اور ناجائز ہونے کی وجہ دوسری ہے، وہ یہ ہے کہ ادنیٰ جزو قیمت رہ جانے پر واپس کر لیں گے اور ادا شدہ رقم کو کالعدم سمجھا جاوے گا، اور اگر اجارہ ہے تو یہ شرط فاسد ہے کہ زر کرایہ کے عوض میں بیع کر دیں گے، اور ایسا کوئی معاملہ شریعت میں نہیں ہے کہ ایک صورت میں بیع ہو، اور ایک صورت میں اجارہ۔

۱۱۔ فروخت کردہ سامان کو مشتری کے پاس رہن رکھنا:

خرید کردہ سامان کو خود خریدار کے پاس رکھنا، جس میں اس کو استعمال کرنے کی بھی اجازت ہو، اور اس کو رہن قرار دینا، جس میں فروخت و تصرف کا حق بائع کو ہی ہو، جس کے لئے اس سامان کو رہن بنایا گیا ہے، جائز نہیں ہے، کیونکہ شریعت نے رہن کی جو اجازت دی ہے، اس میں بہت بڑی حکمت اور مصلحت کا فرمایا ہے، کہ مشتری قیمت کی ادائیگی میں کسی طرح کی ٹال مٹول سے کام لے، یا قیمت اداء کرنے سے انکار کر دے، تو مال مرہون کے ذریعہ بائع اپنی قیمت وصول کر سکتا ہے اور یہاں جو صورت بیان کی گئی ہے اس میں یہ حکمت مفقود نظر آتی ہے، لہذا خرید کردہ سامان کو رہن کے پاس رکھ کر رہن قرار دینا صحیح نہیں۔ (الفقہ الاسلامی وادلہ ۲۱۶/۵)۔

۱۲۔ کریڈٹ لیٹر کا حکم:

خریدار کی طرف سے گارنٹی لیٹر لینا شرعاً جائز ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ کفالت کی ایک صورت ہے، کفالت کا حکم بیان کرتے ہوئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ضمانت یا دوسرے الفاظ میں کفالت اصیل کے حکم سے ہے تو تکفیل بعد میں اپنا روپیہ یا سامان اصیل سے واپس لے سکتا ہے۔ (الدر المختار ۲/۲۸۴)۔

لیکن آج کل ”کریڈٹ لیٹر“ اس عہد جدید کی ایک عام اور مروج چیز بن چکی ہے۔ کہ بعض ادارے یا اشخاص اس کی ضمانت اور گارنٹی لیتے ہیں، ساتھ ہی اجرت و معاوضہ کالین دین ہوتا ہے، شریعت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت جائز ہونی چاہئے اور اداروں یا اشخاص کی جانب سے

رأيت الناس قد مالوا الى من عنده مال * ومن لا عنده مال عنه الناس قد مالوا

اجرت لینا سود کے دائرہ میں نہیں آتا ہے، بلکہ یہ ان کی اجرت ہوگی، اور یہ لینا دینا جائز ہوگا، اور علمائے لکھا ہے کہ ضمانت کی پیشین پراجنٹ بنا نا درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۱۲۹/۳)۔

۱۳۔ دستاویز کی خرید و فروخت:

چونکہ اس صورت میں دستاویز کے اندر تحریر کردہ قیمت سے کم پر معاملہ ہوتا ہے اس لئے یہ ربا ہے اور یہ حرام ہے۔

۱۴۔ طے شدہ رقم کا وقت سے پہلے مطالبہ کرنا:

مذکورہ صورت نا جائز ہے، اس لئے کہ یہ بعینہ قرض کی طرح ہے۔ شیخ السید السابق نقل فرماتے ہیں:

ذهب جمهور الفقهاء الى تحريم وضع قدر من الدين نظير التعجيل، بالقضاء قبل الاجل المتفق عليه۔ (نقد الزیۃ ۱۶۷/۳)۔
 جمهور فقهاء کی رائے ہے کہ متفق علیہ اجل کے مکمل ہونے سے قبل، حق کو جلدی وصول کرنے کی غرض سے دین کے کچھ حصہ کو معاف کرنا جائز نہیں ہے۔

ابن عباس اور امام زفر کا مسلک:

لیکن حضرت ابن عباسؓ اور امام زفرؒ کا مسلک جواز کا ہے، اور راقم کارہ جحان بھی یہی ہے، اس لئے کہ اس کا قوی امکان ہے کہ بائع کو شدید ضرورت ہو، روپے کا انتظام نہ ہو پارہا ہو، اس لئے مناسب ہوگا کہ اس کی اجازت دے دی جائے، اور قیمت کا کچھ حصہ معاف کرنا، بائع کی جانب سے عطیہ ہے، کیونکہ ادھار میں قیمت کا زائد ہونا یہ اجل کے مقابلہ میں ہے، بائع اپنی رضامندی سے اس اجل میں کمی کر رہا ہے اور مشتری ہی تیار ہے تو قیمت میں کمی کرنا شرعاً درست ہوگا۔

شیخ سید سابق نے عبد اللہ بن عباسؓ اور امام زفرؒ کا مسلک نقل کیا ہے:

ویسری ابن عباس و زفر جواز ذلك لما رواه ابن عباسؓ ان النبی ﷺ لما امرنا باخراج بنی النضیر جاءه ناس منهم،

☆ مگس جایی نخواهد رفت بجز در مکان حلوائی ☆

فقالوا: يا نبي الله! انك امرت باخراجنا، ولنا على الناس ديون
لم تحل فقال رسول الله ﷺ: ضعوا وتعجلوا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: فقہ النبیہ ۳/۱۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور امام زفر نے اس کو جائز کہا ہے، حضرت ابن عباسؓ
روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بنو نضیر کو نکالنے کا حکم دیا، تو
آپ ﷺ کے پاس ان کے چند لوگ آئے، اور انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے
نبی ﷺ! آپ نے ہم کو نکالنے کا حکم دیا ہے، جبکہ لوگوں پر ہمارا قرض ہے، اور
ابھی اس کی مدت پوری نہیں ہوئی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑا
چھوڑ دو اور جلدی واپس لے لو۔

۱۵۔ ادھار معاملہ میں مدت مجہول ہو:

خرید و فروخت کا معاملہ ادھار کیا جائے مگر قیمت ادا کرنے کی مدت متعین نہ ہو، مطلقاً یہ طے
کر لیا گیا ہو کہ قیمت بعد میں دے دیں گے تو یہ صورت ناجائز ہے، اس لئے کہ ادھار فروختگی کے اندر زمانہ
کی تعیین ضروری ہے، فقہاء نے مدت متعین کرنے کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ اگر قیمت ادا کرنے کا زمانہ
مقرر نہ ہو تو بائع قریب ہی مدت میں شمن کا مطالبہ شروع کر دے گا اور مشتری اس کو بعد میں دینا چاہے گا،
اور جس کی وجہ سے دونوں کے مابین نزاع اور اختلاف و انتشار پیدا ہوگا، جو کہ ممنوع ہے، اور شریعت
اسلامیہ نے تجارت کے معاملہ کو صاف و شفاف اور غیر جانب دار رکھا ہے، کہ انسانوں کی ضروریات بھی
پوری ہوں، اور کسی کی دل آزاری، قلوب میں کدورت و نفرت بھی پیدا نہ ہو، اور جو بیع نزاع کا باعث ہو وہ
ناجائز ہے، اور اس میں یہ صورت اپنانا کہ رقم کم کر کے فوری لین دین ہو اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ
معاملہ شروع ہی سے ناجائز ہے۔ صاحب عنایہ تحریر فرماتے ہیں:

والبيع بالثمن الحال والموجل جائز..... لكن لا بد ان يكون
الاجل معلوماً لئلا يفضى الي ما يمنع الواجب بالعقد وهو
التسليم والتسليم فربما يطالب البائع في مدة قريبة والمشتري
يؤخر الي بعيدها۔ (شرح العنایة علی الہدایة مع الفتح ۶/۲۶۲)۔

☆ ابن دغجل دوستان کہہ می بینی مگسائند گورد شیرینی ☆

نقد اور ادھار دونوں صورتوں میں بیع جائز ہوتی ہے لیکن ادھار میں مدت کا معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ عقد کے ذریعہ جو چیز واجب ہوتی ہے اس کے سپرد کرنے میں مانع نہ ہو، بسا اوقات بائع قریبی مدت میں اس کی سپردگی کا مطالبہ کرے گا اور مشتری اس کو مدت بعید میں دینا چاہے گا۔

۱۶۔ ادائیگی کی تاخیر میں مہلت کا ختم کرنا:

مشتری طے شدہ اقساط میں سے کسی قسط کو ادا نہ کرے یا اداء کرنے میں بہت تاخیر کرے، تو ایسی صورت میں بائع مہلت کے معاملہ کو ختم کر سکتا ہے، چنانچہ سید سابق امام زفر و عبد اللہ بن عباسؓ کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وسری ابن عباس وزفر جواز ذلک لما رواه ابن عباس ان
النبي ﷺ لما امرنا باخراج بنی النضير جاءه ناس منهم، فقالوا:
يانبي الله، انك امرت باخراجنا، ولنا على الناس ديون لم تحل
فقال رسول الله ﷺ ضعوا وتعجلوا۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے: فقہ السنۃ ۳/۱۶۷)

۱۷۔ اگر بیع بالتقسيط میں کسی فریق کا انتقال ہو جائے؟

بیع بالتقسيط کی صورت میں مقررہ وقت سے پہلے اگر بائع کا انتقال ہو جائے تو مدت یعنی اجل باطل نہ ہوگی بلکہ معاملہ سابقہ شرائط کے ساتھ وراثت کی طرف منتقل ہوگا، اس کے برعکس اگر مشتری کا انتقال ہو تو اجل ختم ہو جائے گی، لہذا بائع اپنا ثمن مشتری کے مال سے حاصل کر لے گا، کیونکہ متروک میں دین کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ (مجمع الانہر ۲/۸)۔

۱۸۔ بیع بالتقسيط میں انعام دینا:

یہ صورت جائز ہے، اس میں نہ رہا ہے اور نہ ہی کوئی شرط فاسد پائی جا رہی ہے بلکہ تجارت کو ترقی دینے کے لئے ایک حسین تدبیر اپنائی گئی ہے۔

البتہ انعام دینے کا مطالبہ کرنا، یا زبردستی اس کو شروط کرنا درست نہ ہوگا، کیونکہ تجارت میں انسان اتنا ہی مطالبہ کر سکتا ہے جو باہم طے پایا ہے، ہاں تاجر اپنی طرف سے یہ صورت اپناتا ہے تو کوئی حرج نہیں، اس کو فقہاء کے بیان کردہ اس جزئیہ پر قیاس کر سکتے ہیں جس میں فقہاء نے یہ اجازت دی ہے کہ عقد مکمل ہونے کے بعد بائع سودے میں اضافہ کر سکتا ہے، اور مشتری چاہے تو ثمن بائع کو زیادہ دے سکتا ہے۔ (مختصر القدری/۸۱، باب المراءجحة والتولیة)۔

۱۹۔ قرعہ اندازی کے ذریعہ مال حاصل کرنا اور معاملہ سے الگ ہو جانا:

یہ صورت ناجائز ہے، اور باوقار کی ایک شکل ہے، بالفاظ دیگر اس کو زمانہ جاہلیت کے ”ازلام“ سے تعبیر کرنا درست ہوگا، اور اس میں ہوتا یہ ہے کہ ابتداء میں جس کا نام نکل آیا اس کو بہت کم قیمت پر سامان مل جاتا ہے، اور اخیر میں نام نکلنے والے کو سامان کے مقابلہ قیمت زیادہ ادا کرنا پڑ جائے، اور شریعت نے ایسی تجارت کرنے سے منع کیا ہے جس میں خور فاحش ہو، اور کسی ایک فریق کی دل آزاری ہو، نیز اس میں سامان کی قیمت ہی مجہول ہے، لہذا مذکورہ طریقہ پر معاملہ کرنا کسی حال میں جائز نہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

جناب مجیب احمد کی کتاب

جنوبی ایشیا کے اردو مجموعہ ہائے فتاویٰ

(۱۹.....۲۰ ویں صدی عیسوی)

ایک تاریخی دستاویز



ناشر: نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

بہتر آن باشد کہ سرد لبران ☆ گفتہ آبد در حدیث دیگران